www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بحال اور مزاج خوشگوار رہتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ مغربی طور اطوار کا رنگ ہم پر چڑھنے لگا، اور وہ اہلِ مغرب جو ہوٹلوں، کلبوں اور شراب خانوں میں دادِ عیش و طرب دینے اور لہو و لعب میں ڈوبے رہنے کے لیے رات کے پہلے پہروں ہی کو استعمال کرتے ہیں، ہماری نظروں میں بہچ گئے ـــ صبح دیر تک سونا ان لوگوں کی مجبوری اور پھر عادت بن گئی ہے، تو آج ہمارے ہاں بھی ٹیلیویژن کی آمد نے شب بیداری کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ اب بہت کم گھرانے ایسے ہیں جہاں دیر تک جاگنا اور دیر سے جاگنا معمول نہ ہو۔ گویا اس پہلو سے بھی ہم نے فرنگی تہذیب سے مطابقت پیدا کر لی ہے!

۶۔ کرکٹ کا کھیل، ہمارا جنون اور دیوانگی کی حد تک بڑھا ہوا شوق بن گیا ہے۔ اس وائرس نے پھیل کر قوم کی تمام رگوں میں جو زہر پھیلا دیا ہے، اس پر تفصیل سے، اور بہت زیادہ لکھنے کی ضرورت ہے مختصراً، یہ کھیل بنیادی طور پر تمام کا تمام ہمارے تہذیبی رویّوں سے متصادم ہے۔ مثلاً اس کے اندر وہ مارشل سپرٹ نہیں ہے جو بعض کھیلوں کا خاصا ہے۔ تضیعِ اوقات، سہل انگاری، بے فکری، مہنگا پن اس کھیل کی بنیادی خصوصیات میں سے ہیں۔ قوم کو کچھ نہ دے کر یہ کھیل قوم کے اندر سے قوّتِ کار، عاقبت و انجام اندیشی اور محنت و جفاکشی کے جذبے سلب کر رہا ہے۔ مزاج کے اعتبار سے اس کی مناسبتوں کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ فلمی اداکاراؤں اور کرکٹروں میں کوئی ایسی خُفیہ قدرِ مشترک موجود ہے جس کی بناء پر ہمارے بعض کرکٹروں کی شادیاں فلمی ایکٹریسوں سے ہو چکی ہیں۔ اور جن میں سے کئی ایک کے باہمی ناپسندیدہ روابط کے قصے "اخبارات کی زینت" بنتے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود کرکٹ کو آج عُمدہ ذوق کی علامت سمجھ لیا گیا ہے۔ حالیہ ایک روزہ میچوں کے دوران ایک مقام پر ایک خاندان کے بہت سے افراد جمع تھے۔ دیندار گھرانہ، پردہ دار دوشیزائیں، لیکن کرکٹ کی بیماری کا اثر ان پر بھی دیکھا گیا! ـــ ایک محترمہ پوچھتی ہیں۔ "آج کے میچ کا کیا بنا؟" سب نے کچھ تاسف بھرے لہجے میں بتایا کہ وہ خبریں نہیں سن سکے۔ اس پر ایک دیندار، برقعہ پوش طالبہ نے تبصرہ فرمایا "کیا تم سب لوگ اتنے بے ذوق ہو کر کسی کو

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میچ کے رزلٹ کی بھی کوئی تحیر نہیں ہے؟ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کرکٹ کا روگ کیسی کیسی رگوں میں سرایت کر گیا ہے۔ ایک اور قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے بڑے دشمن اور بدخواہ ممالک میں سے کرکٹ کا کھیل روس میں ہے اور نہ ہی اسرائیل میں۔ یہ انگریزوں کی عنایت ہم ذہنی غلاموں پر ہوئی اور ہم نے بڑی ممنونیت سے اس عنایت کو اپنی تہذیبی روایت بنا لیا ہے۔

مختصراً، تہذیبِ مغرب کی یہ وہ مَرمریں سلیں ہیں کہ جن پر قدم رکھ کر ہم بے تحاشا پھسل رہے ہیں لیکن ہمیں سنبھلنے کا خیال تک نہیں آتا ـــــ کیا اہلِ دل اس احساس کو اجاگر کرنے میں اپنا فرض ادا کریں گے؟

شعر و ادب — جناب اسرار احمد سہاوری

"خطابِ مجاہد"

کوئی طاقت مٹا سکتی نہیں عزمِ مسلماں کو !
بجھائے گی عدو کی پھونک کیا اس برقِ سوزاں کو

تو دیکھے گا بڑی حسرت سے خالی اپنے داماں کو
اُڑا دوں گا ہوا کے دوش پر چاک گریباں کو

تیرے پندار نے بھڑکا دیا ہے شعلۂ جاں کو
جلا کر خاک کردوں گا ترے کوہ و بیاباں کو

غلط فہمی میں تو نے آشیاں پر ہاتھ ڈالا ہے
تو سمجھا ہی نہیں میری نگاہِ شعلہ ساماں کو

ملائے ہیں ہمارے حوصلے مٹی میں ہمت سے
تمہارا کفر کیا جانے مرے جیرتِ ایماں کو

ہمارے عزمِ آہن کی صلابت کو تو کیا جانے
نظر آجائیں گے جوہر ہمارے تیرے طغیاں کو

میں اک اک ظلم کا بدلہ چکا لوں گا عزیمت سے
بچا سکتا نہیں ہاتھوں سے میرے تو گریباں کو

میرے ذوقِ خودی کو تو مقید کر نہیں سکتا
گرا کر ڈھیر کر دوں گا تیری دیوارِ زنداں کو

تجھے کیا راس آئے گی مری یہ خانہ ویرانی
پلٹ دوں گا ترے محلوں پہ اپنے دشتِ ویراں کو

یہ کیوں چھیڑا ہے دشمن نے وطن کے سرفروشوں کو
کوئی سمجھائے جا کر اشترا کی طفلِ ناداں کو

برہنہ ہو گیا ہے عزمِ استحصال کابل میں
نہیں پردے کی حاجت اس کے استبدادِ عریاں کو

یہ شورش اشترا کی کوچہ گردوں نے اٹھائی ہے
یہ مر کر جائیں گے اپنا جنازہ خود بدخشاں کو

ہمارے نوجواں مشہد میں کچھ اس طرح جاتے ہیں
کہ جیسے عشق جائے پائے کوباں کوئے جاناں کو

لگی رہتی ہے ہر دم [illegible]
[illegible] دل پہ اب آیاتِ قرآں کو

الٰہی تو ہماری مشکلوں کو دور فرما دے
شیاطین نے بڑی مشکل میں لا ڈالا ہے انساں کو

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

پروفیسر محمد دین قاسمی

عمرِ نوح علیہ السّلام ۔

۔۔۔ قرآن کریم کی روشنی میں!

قرآنِ کریم بنصِ صریح یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام "ساڑھے نو سو سال" اپنی قوم میں رہے اور اسے دعوتِ دین دیتے رہے، ہر دور کے علماء و مفکرین، فقہاء و مجتہدین، نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال (۹۵۰) لکھتے اور مانتے چلے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ اس مسئلہ میں معتزلہ تک نے بھی، جنہیں عقلی تیر تکے لڑا کر دور کی کوڑی لاتے ہوئے نرالی اُپج اختیار کرنے کا شوقِ فضول فراواں تھا، انکار نہ کیا تھا۔ مگر دورِ جدید میں معدودے چند لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ وہ اس قدر طویل العمر نہ تھے، بس زیادہ سے زیادہ دو اڑھائی سو سال تک ان کی عمر تھی۔ یہ بات انہوں نے کسی علمی تحقیق و تفتیش کی بنیاد پر نہیں کہی، بلکہ صرف اس لیے کہی ہے کہ محسوسات کے خوگر انسان کو اس قدر لمبی عمر عقلاً مستبعد دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ عقل کے یہ غلام، قرآنی نصوص میں قیاسی تیر تکوں سے کام لے کر اس طویل العمری کو اس قدر قصیر العمری میں بدلنے کی کوشش میں جُت گئے جس سے ان کے عقلی استبعاد کا ازالہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں آنجہانی غلام احمد پرویز کی عمر بھر کی قرآنی تحقیق و تدقیق کا ثمرہ ملاحظہ فرمایئے، وہ قرآنِ پاک کی آیت ۔۔۔ "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۔۔۔ الآیۃ!" (العنکبوت: ۱۴) کا مفہوم ان الفاظ میں پیش کیا کرتے تھے:

"ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس کا دور ساڑھے نو سو برس تک رہا۔" (مفہوم القرآن صفحہ ۹۱۲)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یعنی ساڑھے نو سو سال کی یہ مدت حضرت نوح علیہ السلام کی طبعی عمر نہ تھی، بلکہ یہ وہ مدت تھی جس میں ان کی نبوت ورسالت کی تعلیم جاری وساری رہی، اسی آیت کے حاشیہ میں مسٹر پرویز نے لکھا کہ:

"اس کے یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کی عمر دو سو سال کی تھی۔ سَنَۃٌ کے معنی سال کی چار فصلوں میں سے ایک فصل کے ہیں۔ اس اعتبار سے ایک ہزار فصلوں کے اڑھائی سو سال ہوئے، ان میں سے پچاس سال نکل گئے تو باقی دو سو سال رہ گئے۔ یا یہ معنیٰ بھی کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال کی تھی جن میں سے پچاس سال (زمانہ قبل از نبوت) آرام کا زمانہ تھا اس کے بعد سختیوں کا زمانہ شروع ہو گیا۔" (حاشیہ مفہوم القرآن ص ۹۱۲)

مسٹر پرویز کی یہ تحقیق اپنی پشت پر کوئی علمی قوت نہیں رکھتی، بلکہ محض ظن وتخمین اور قیاس وراۓ کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ وہ خود بھی فرماتے ہیں:

"یہ بہرحال قیاسات ہیں، جب تاریخی تحقیقات کسی یقینی نقطہ تک پہنچیں گی تو اس کا حتمی مفہوم سامنے آجائے گا۔" (حاشیہ مفہوم القرآن ص ۹۱۲)

قیاساتِ پرویز کا جائزہ:

کیا ستم ظریفی ہے کہ فرمانِ ایزدی — "فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا" — سے تو "حتمی مفہوم" واضح نہیں ہوتا، اس لیے قیاسات اور ظن وتخمین کے گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی تاریخی تحقیقات کا انتظار ہو رہا ہے کہ وہ آکر قرآن کے ان "غیر واضح مفاہیم" میں سے کسی "حتمی مفہوم" کا تعین کریں گی۔

ع بسوخت عقل ز حیرت ایں چہ بو العجبی است

پھر لغت کی کتابیں کھنگالی جا رہی ہیں اور "سنۃ" کا مفہوم متعین کرنے کے لیے یہ دور کی کوڑی لائی جا رہی ہے کہ "سنۃ" سال بھر کی چار فصلوں میں سے ایک فصل کو کہا جاتا ہے۔ اور "أَلْفَ سَنَةٍ" کہنے کا مطلب "اڑھائی سو سال" کی مدت بیان کرنا ہے۔

پھر توقع یہ کی جا رہی ہے کہ دورِ نزولِ قرآن کا سیدھا سادا بدو "أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا" کے الفاظ سن کر خود بخود "(۱۰۰۰ ÷ ۴) - ۵۰ = ۲۰۰ سال" کی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حسابی مساوات حل کرنے میں ریاضت کرے گا۔ اگر قرآن کو یہی دو سو سال کی مدت، ان کی عمر بیان کرنا مقصود ہوتی تو کیا وہ "مِائَتَیْنِ" کے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا تھا، جیسا کہ اس نے "دو سو" کے لیے یہ لفظ سورۃ الانفال آیت ۶۶ میں استعمال بھی کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ "اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا" کا معنیٰ (۱۰۰۰ ÷ ۴) - ۵۰ = ۲۰۰ سال مراد لیتے ہیں، وہ خواہ زبان سے یہ نہ کہیں، مگر اپنے دل و دماغ میں یہ نظریہ ضرور جمائے بیٹھے ہیں کہ قرآن کی زبان پہیلیوں کی زبان ہے۔ اس کے "مصنف" کو معاذ اللہ نہ تو مناسب الفاظ کے استعمال پر قدرت حاصل تھی اور نہ ہی سلیقۂ کلام! ــــ چنانچہ اب ایسے "منکرِ قرآن" یہ سخن سازیاں محض اس بنا پر فرما رہے ہیں کہ جس بات کو اللہ میاں قرینے اور سلیقے سے نہیں کہہ سکے، اسے ذرا بنا سنوار کر پیش کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو اللہ میاں پر ہنسنے کا موقع نہ ملے، فَاِنَّا لِلّٰہِ۔۔۔!

لفظ "سنۃ" قرآنِ پاک میں:

پھر یہ طرفہ تماشا بھی دیدنی ہے کہ قرآنِ پاک میں "سَنَۃ" کا لفظ بہت سے مقامات پر آیا ہے، لیکن کہیں بھی اس سے "سال بھر کی چار فصلوں میں سے ایک فصل" مراد نہیں لی گئی، یہ سخن سازی صرف عمرِ نوحؑ کے سلسلہ میں ہی کی گئی ہے[1] درج ذیل آیات ملاحظہ فرمائیے ـــ ترجمہ و مفہوم بھی پرویز صاحب ہی کا پیش کردہ ہے:

۱۔ "قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً - الآیۃ!" (المائدۃ: ۲۶)

"چنانچہ خدا نے فیصلہ دے دیا۔ اور یہ فیصلہ یہ تھا کہ وہ لوگ اس سرزمین سے چالیس سال تک محروم کر دیئے گئے۔" (مفہوم القرآن ص ۲۴۸)

۲۔ "۔۔۔۔۔ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً - الآیۃ!" (الاحقاف: ۱۵)

---

[1] یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ "اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا" سے مراد، اگر نوح علیہ السلام کی طبعی عمر لی جائے تو پرویز صاحب "سنۃ" کا معنیٰ "سال بھر کی چار فصلوں میں سے ایک فصل" کرتے ہیں۔ لیکن جب اس سے وہ دورِ رسالت و نبوتِ نوحؑ کی مدت مراد لیتے ہیں تو "سنۃ" کا معنیٰ برس یا سال کرتے ہیں۔ یہ عجیب ثنویت ہے!

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"...... اس جنتی گھرانے کا بچہ، جب اس طرح پرورش پا کر سنِ بلوغ کو پہنچ جاتا ہے اور پھر عقل اور تجربہ کی پختگی کے بعد چالیس برس کا ہو جاتا ہے"!

(مفہوم القرآن ص۱۱۶۷)

ذرا سوچیے، کیا ان آیات میں "اَرْبَعِيْنَ سَنَةً" کا معنی "چالیس سال" ہے جو پرویز صاحب نے بیان فرمائے ہیں، یا ۴۰ ÷ ۴ = ۱۰ سال؟

قرآن مجید اور "اَلْفَ سَنَةٍ":

اس کے بعد ان آیات کو دیکھئے جن میں "اَلْفَ سَنَةٍ" کی وہی ترکیب الفاظ استعمال ہوئی ہے جو عمرِ نوح علیہ السلام کے لیے قرآنِ کریم نے اختیار فرمائی ہے، مگر ان میں سے کسی مقام پر بھی پرویز صاحب نے "سال بھر کی چار فصلوں میں سے ایک فصل" مراد نہیں لی:

۱- "يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ـ الاية" (البقرة: ۹۶)

"ان میں سے ایک ایک کی تمنا یہ ہے کہ اسے ہزار سال کی عمر مل جائے"

(مفہوم القرآن ص۳۴)

۲- "وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ"

(الحج: ۴۷)

"خدا کے کائناتی نظام میں ایک ایک دن کی مقدار ایسی ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی کے مطابق، ایک ہزار سال ہو"

(مفہوم القرآن ص۷۶۴)

۳- "ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" (السجدة: ۵)

"اس کے عالمِ مشیت میں ایک سکیم سامنے آتی ہے وہ اس سکیم کا آغاز پست ترین نقطہ سے کرتا ہے اور وہ (کائناتی عناصر کے باہمی تعاون سے نشو و نما پاتی ہوئی، ارتقائی منازل طے کرتی جاتی ہے اور) اس طرح، آہستہ آہستہ اس نقطۂ تکمیل کی طرف اٹھتی اور بڑھتی جاتی ہے جو خدا نے اس کے لیے مقرر کیا تھا (۲۵/۵) ان ارتقائی منازل کی مدت تمہارے حساب و شمار کے مطابق، ہزار ہزار سال ہے ۲۲/۴۷!"

(مفہوم القرآن ص۹۵۶)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۴۔ "تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۔" (المعارج : ۴)

......"یہ مراحل بڑے طویل المیعاد وقفوں میں طے ہوتے ہیں جن کی مدت ہزار ہزار بلکہ پچاس پچاس ہزار سال کی ہوتی ہے۔" (مفہوم القرآن ص ۱۳۵۷)

ان آیات میں کہیں بھی "اَلْفَ سَنَةٍ" کے ترجمہ میں یہ دور کی کوڑی نہیں لائی گئی کہ ہزار سال کو "۱۰۰۰ ÷ ۴ = ۲۵۰ سال" بنا دیا جائے۔ قرآنِ کریم کے ان تمام مقامات پر "اَلْفَ سَنَةٍ" کے الفاظ کا قطعی اور حتمی مفہوم "ہزار سال" ہی بیان کیا گیا ہے، لیکن جب یہی الفاظ عمرِ نوح علیہ السلام کے سلسلہ میں وارد ہوتے ہیں تو پرویز صاحب علمی تحقیقات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ ذاتی قیاسات اور ظن وتخمین کی بنیاد پر اس کے مفہوم کو "غیر حتمی" قرار دے کر "تاریخی تحقیقات" کا انتظار فرمانا شروع کر دیتے ہیں۔

آنجہانی کا مزاج بڑا فری سٹائل تھا۔ وہ قرآنِ پاک میں جب اور جو مفہوم چاہتے تھے، داخل کر دیتے تھے۔ چنانچہ جہاں انہوں نے "اَلْفَ سَنَةٍ" کے الفاظ کے ساتھ ذہنی کشتی اور عقلی دنگل لڑتے ہوئے، عمرِ نوحؑ کو "دو سو سال" قرار دینے کے لیے یہ پاپڑ بیلے، وہیں اس سے قبل وہ خود ہی زیرِ بحث آیت (العنکبوت : ۱۴) کا ترجمہ یہ کرتے رہے ہیں:

"ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان میں پچاس برس کم ہزار سال رہا!" (معارف القرآن ج ۲ ص ۲۷۶)

آج کا انسان بڑا احساس پرست اور محسوسات کا شدید خوگر واقع ہوا ہے، اس قدر درازیٔ عمر اس کے لیے حیران کن ہی نہیں بلکہ ناقابلِ یقین بھی ہے۔ دورِ جدید کے لوگ "سوا، ڈیڑھ سو سال" کی عمر کے انسان کو نادرۂ روزگار گردانتے ہوئے، دور دور سے چل کر دیکھنے آتے ہیں اور اس سے بصد حیرت واستعجاب اس کی درازیٔ عمر کے اسباب دریافت کرتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں اگر دو باتیں پیشِ نظر رہیں تو حضرت نوح علیہ السلام کی لمبی عمر کسی کھٹک اور الجھن کا باعث نہیں بنتی:

اوّلاً ـــــــ یہ کہ فضائے کائنات جس قدر اپنی فطری حالت پر قائم ہوگی اور جس قدر ابنِ آدم کے حضری تکلفات اور تمدنی تصنعات سے پاک ہوگی، اسی قدر انسان روبصحت اور طویل العمر ہوگا۔ اس کے برعکس انسانی حضریت اور مدنیت، کائنات میں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جس سرعت کے ساتھ اپنے تکلفات و تصنعات کی بناء پر فضائے بسیط کو مکدر کرتی چلی جائے گی، اسی عجلت کے ساتھ انسانی صحت اور درازیٔ عمر کا معیار گرتا چلا جائے گا حتیٰ کہ جس دور میں تمدنی ترقی، کائنات کو برق آگیں فضا اور رعد آمیز آب و ہوا عطا کر دے گی، اس دور میں انسان کی اوسط عمر سابقہ ادوار کی نسبت بہت کمتر ہو گی۔ آج کے تمدن نے پوری فضا کو برق و رعد، دود و آتش اور نوع بنوع کیمیائی مرکبات کی بوؤں سے مکدر کر رکھا ہے۔ یہ چیزیں انسانی صحت پر منفی اثرات ڈالتی ہیں اور کئی نفسیاتی عوارض کا موجب بنتی ہیں۔ دورِ حاضر کے تمدن اور مادی ثقافت نے انسان کو دولتِ ایمان سے محروم کر کے اسے اوہام و تفکرات اور احزان و آلام کے حوالے کر دیا ہے۔ مشینوں کی ایجاد نے، اس دور کے انسانوں کو، ان ہی کی غلامی میں جکڑ دیا ہے۔ ان اشیاء کا اثر اور لازمی نتیجہ، انسانی صحت کی پستی اور طبعی عمر کی قلت ہے۔

ثانیاً ـــــ یہ کہ آج کے جدید دور نے ارضی و سماوی آفات سے بچنے کے لیے بڑے مستحکم انتظامات کر لیے ہیں۔ یہ تمدنِ جدید کے کارنامے کا صرف ایک پہلو ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انہی مستحکم انتظامات نے انسان کو کاہل اور سست بھی بنا دیا ہے۔ جسمانی محنت و مشقت (جو صحتِ بشری کی ضامن ہے) کی بجائے مشینی استعداد سے کام ہو جاتا ہے، اگر یہ ایجادات و انتظامات نہ ہوتے اور انسان ان ارضی و سماوی آفات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا تو اس کا جسم قوی اور اس کے عضلات فولادی ہوتے۔ آج بھی آپ ایک متمدن شہری کی نسبت، اس پہاڑی شخص کو زیادہ صحتمند، قوی، توانا اور تندرست پائیں گے جو شہروں کی مصنوعی فضا سے دور پہاڑوں کی قدرتی فضا میں کام کاج کرتا ہے۔ فطرت کے مقاصد کی پاسبانی جس قدر مردِ کوہستانی یا صحرائی شخص کر سکتا ہے، اس قدر گہوارۂ مدنیت میں پلا ہوا شخص نہیں کر سکتا۔ ابتدائے آفرینش میں فضائے کائنات ممکن حد تک خالص اور فطری تھی اور انسان قدرتی آفات سے پیہم مقابلوں کے باعث قوی الجثہ بھی تھا، لہٰذا درازیٔ عمر کی نعمت سے مالا مال بھی تھا۔ یوں قدیم دور کا انسان اگر جدید دور کے انسان کی نسبت طویل العمر تھا تو یہ امر چنداں حیرت کے قابل نہیں ہے کہ اس کو عقلاً مستبعد سمجھا جائے!

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

عمرِ نوحؑ اور اقتباسِ پرویز:

اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موضوع پر پرویز صاحب ہی کا ایک اقتباس ہدیۂ قارئین کر دیں:

"دورِ حاضر کے انسان کے لیے، جو سو سوا سو سال کے عمر کے آدمیوں کو دور دور سے دیکھنے آتا ہے اور نہایت حیرت و استعجاب سے ان سے اس درازیٔ عمر کے اسباب دریافت کرتا ہے، اتنی لمبی عمر بمشکل باور کیے جانے کے قابل ہے، اس وجہ سے بعض حضرات عاماً "سال" سے مراد مہینے لینے پر مجبور ہو رہے ہیں، لیکن حضرت نوح کا زمانہ، قبل از تاریخ ہے[1] جس کی تفاصیل کے متعلق ابھی تک بالتحقیق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ (تورات کی رو سے) حضرت نوح، آدم[2] سے دسویں پشت میں آتے ہیں اور ان کے تمام اسلاف کی عمریں آٹھ آٹھ تو نو سو سال کی لکھی ہیں، لہٰذا ایک ایسے بعید ترین زمانے میں، جب ہنوز انسان کے اعصاب، دورِ حاضر کے برق آگیں تمدن اور رعد آمیز فضا کے مہلک اثرات کا شکار نہیں ہوئے تھے اور اسے ارضی و سماوی آفات کے مقابلے کے لیے قوی ہیکل جسم اور فولادی عضلات عطا کیے گئے تھے، اتنی لمبی عمریں کچھ باعثِ تعجب نہیں ہو سکتیں!"

(معارف القرآن ج ۲ ص ۲۷۶)

اس کے بعد ذرا اور آگے چل کر پرویز صاحب لکھتے ہیں:

"انسانی علوم کو بھی اور بڑھنے دیجیے، بعد کے انکشافات یہ بھی ظاہر کر دیں

---

[1] جب زمانۂ نوحؑ قبل از تاریخ ہے، تو قرآنِ مجید کے بعد ان "تاریخی تحقیقات" کا انتظار کس شوق میں کیا جا رہا ہے، جن کا مبنی بر ظن و تخمین ہونا بدیہی امر ہے؟

[2] اس سے یہ واضح ہے کہ آدمؑ ایک مخصوص فرد کا نام ہے، ورنہ اگر آدمؑ سے مراد ہر فردِ بشر لیا جائے تو نوحؑ اور ان کے درمیان دس پشتوں کا یہ فاصلہ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ تاہم مسٹر پرویز نے اس سلسلہ میں بھی کافی گل افشانیاں فرمائی ہیں۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ